مسافرِ شام

غمزدہ بے نوا مسافرِ شام
لے چلا قافلہ مسافرِ شام

طوق بیڑی ہتھکڑی بے گھری اور بے کسی
ٹھوکریں ہر قدم دل میں غم آنکھ نم
پڑھ رہا ہے مرثیہ مسافرِ شام

نوحہ خواں نوحہ گر سخت مشکل ہے سفر
بے ردا ہیں بیبیاں جل رہی ہے رہ گذر
بن گیا خود کربلا مسافرِ شام

پیاس ہے بے آس ہے سوچکا عباسؑ ہے
زخم تنہائی کے ہیں کون اس کے پاس ہے
صبر کا ہے اب خدا مسافرِ شام

زخمی دل زخمی بدن خوں بھرا سب پیراہن
پیاس سے بے تاب ہے چار سالہ اک بہن
خود سے ہے محوِ وغا مسافرِ شام

خوں ہے آنکھوں سے رواں ساتھ گردِ کارواں
دیکھیے قسمت اِسے لے کے جائے گی کہاں
کر نہیں سکتا بکا مسافرِ شام

غش میں بھی بیدار ہے کس قدر غمخوار ہے 284
آبلے ہیں پاؤں میں آبلوں میں خار ہے
سہہ رہا ہے ہر سزا مسافرِ شام

دھوپ کی برسات ہے دن کے جیسی رات ہے
بہرِ ماتم ہر گھڑی دل پہ رکھے ہاتھ ہے
کیا کرے اِس کے سِوا مسافرِ شام

سر کھلے کنبہ میرا گِرد فوجِ اشقیا
کوئی نہ پہچان لے یا جنابِ سیّدہؑ
کر رہا ہے یہ دعا مسافرِ شام

شام کا بازار ہے روح تک بیمار ہے
جس طرف رکھے قدم سنگ کی بوچھاڑ ہے
گر نہ جائے تھک گیا مسافرِ شام

اونٹ سے گرتے ہوئے کتنے بچے مر گئے
مائیں روتی رہ گئیں اشقیا ہنستے رہے
لاش بن کر رہ گیا مسافرِ شام

برسرِ نوکِ سناں کمسن و پیر و جواں
اور نیزوں کے تلے عونؑ اور اصغرؑ کی ماں
سر جھکائے ہے کھڑا مسافرِ شام

کیا لکھوں ریحانؔ جب شدتِ غم کے سبب
خوں اُگلتا ہے قلم میں دعا کرتا ہوں اب
کر مجھے قوت عطا مسافرِ شام